سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۱۵

دارِ فانی میں آخرت کی تیاری

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اپنے ایمان کو تازہ رکھیں!
گھر بیٹھے دینی اور اصلاحی مجالس کی براہِ راست نشریات سنیں!
livemajlis
(www.khanqah.org)
اس کے علاوہ جب چاہیں عالم اسلام کے نامور روحانی بزرگ
عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور ان کے فرزند ارجمند
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم
کے اصلاحی بیانات بھی سنے جاسکتے ہیں۔
باخبر رہیں!
خانقاہ سے متعلق تازہ ترین اطلاعات اور اعلانات
اپنے موبائل پر فوراً وصول کریں!
@khanqahashrafia
F KHANQAHASHRAFIA لکھ کر
40404 پر SMS بھیجیں۔

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱۱۵

دارِ فانی میں آخرت کی تیاری

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ازطرف

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ اشرف المدارس و مہتمم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

ضروری تفصیل

وعظ : دارِفانی میں آخرت کی تیاری

واعظ : عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تصحیح : جناب سید عمران فیصل صاحب خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ۲۴؍شوال ۱۴۰۹ھ مطابق ۳۰؍مئی ۱۹۸۳ء

وقت : دوپہر ساڑھے بارہ بجے

مقام : مہتمم قاضی بشیر صاحب کے مدرسہ، امداد السلام، ھاڑی گیل، آزاد کشمیر

تاریخِ اشاعت : ۲۶؍شوال ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۳؍اگست ۲۰۱۴ء

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

تعداد : پانچ ہزار

ضروری اعلان

عنوانات

پیش لفظ

دنیا کے دارِ فانی میں نفس و شیطان انسان کو آخرت کی فکر سے غفلت میں ڈالنے کے لیے ہزاروں داؤ پیچ استعمال کرتے ہیں، ان سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں بھیجتے رہے جو نفس و شیطان کے چنگل میں پھنسے لوگوں کو آزادی دلا کر آخرت کی تیاری کے لیے مستعد بناتے رہے۔ نبی آخر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی نیابت کے فرائض کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اولیاء کرام اور علماء دین کو سونپی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے دوسروں کو بھی اس جانب بلاتے ہیں۔

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱۱۵ کا یہ وعظ ''دارِ فانی میں آخرت کی تیاری'' امت کو اس دنیا میں رہتے ہوئے اس کی برائیوں اور فانی ہونے کا اس طرح احساس دلاتا ہے کہ طبیعت دنیا کی رغبتوں سے سرد ہوتی محسوس ہوتی ہے اور دل میں اُس وطن کی تیاری کا شوق پیدا ہوتا ہے جو ہر مسلمان کا غیر فانی اصلی وطن ہے۔

یکے از خدام

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا

شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

و

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

دارِ فانی میں آخرت کی تیاری

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فقال رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ[1]

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بہت سی نعمتیں نصیب فرمائی ہیں لیکن جب خود دنیا ہی نہیں رہے گی تو نعمتیں کہاں تک ہمارے ساتھ رہیں گی۔ اسی لیے اللہ پاک نے قیامت کا نقشہ کھینچا ہے کہ سورج و چاند ٹکڑے کردیئے جائیں گے، پہاڑ روئی کی طرح اُڑنے لگیں گے، زمین و آسمان سب درہم برہم ہوجائیں گے۔ جب دنیا ہی نہ رہے گی تو پھر دنیا کے عیش کہاں رہیں گے؟ لیکن اُس قیامت میں تو دیر ہوسکتی ہے، ہوسکتا ہے کہ دس ہزار سال بعد آئے مگر ایک قیامت بہت قریب آنے والی ہے اس کا نام موت ہے۔ جس انسان کو موت آگئی سمجھو کہ اس کی قیامت قائم ہوگئی، اس سے دنیا چھوٹ گئی، اب اللہ کے سامنے اس کی پیشی اور آخرت کے سارے مراحل شروع ہوجائیں گے۔ حدیث شریف ہے:

مَنْ مَاتَ فقد قَامَتْ قِیَامَتُہٗ[2]

جو مرگیا اس کی قیامت قائم ہوگئی، اس کے سارے عیش ختم ہوگئے۔ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں، بعضوں نے تو خوب دنیا کمائی، زمیں داری، کار، کاروبار، مکان شاندار، قالین، ایئرکنڈیشن جتنے بھی عیش کی چیزیں ہیں انہوں نے حاصل کرلیں لیکن جب ان کا انتقال ہونے لگا تو سب کچھ چھوڑ کے جانے لگے۔ اب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ قبر میں کیا لے جارہے ہیں؟ کسی

---

[1] سنن الترمذی، ۵۵۱/۴، باب من اتقی المحارم فھو اعبد الناس، مطبوعہ مصر

[2] کنز العمّال، ۶۸۶/۱۵، رقم (۴۲۷۴۸) الباب الرابع فی فضیلۃ طول العمر

مالدار آدمی سے، وزیر اعظم سے، صدر مملکت سے یا کسی بہت بڑے رئیس سے پوچھو کہ آج تمہارا جنازہ جارہا ہے، تم اپنے ساتھ قبر میں کتنی زمینیں، کتنا پیسہ اور کتنی دکانیں لے جارہے ہو؟ زمین کے نیچے تمہارے کتنے قالین جائیں گے؟ صوفے، کرسیاں، میز، عیش کے تمام سامان، تمہارے شاندار کپڑے جو استری پر استری ہورہے ہیں یہ تم قبر میں لے جاؤگے؟ تو جانے والا کہے گا کہ میں تو صرف کفن لے کر جارہا ہوں۔ زندگی میں جو کچھ کمایا تھا وہ سب ختم ہورہا ہے، اب زمین کے نیچے لٹایا جارہا ہے، کئی من مٹی اوپر ڈالی جارہی ہے۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
روح رَگ رَگ سے نکالی جائے گی

قبر میں میت اُتاری جائے گی
تجھ پہ ایک دن خاک ڈالی جائے گی

اس دن پتہ چلے گا کہ کس کی قیمت زیادہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے چاروں صاحبزادے بھی ولی اللہ تھے اور ان کے پوتے بھی ولی اللہ تھے، یہ خاندان ایسا ہے جس کی تین پشتیں ولی اللہ تھیں۔ ایسے ہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خاندان تھا جن کی چار پشت صحابی گذری ہے۔ کسی صحابی کو یہ شرف حاصل نہیں ہے کہ اس کی چار پشت صحابی ہو یعنی دادا بھی صحابی، بیٹا بھی صحابی، پوتا بھی صحابی اور پوتے کا بیٹا بھی صحابی۔ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ صحابی، ان کے بیٹے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابی، ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی صحابی اور ان کے بیٹے بھی صحابی رضی اللہ عنہ۔ تو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے جامع مسجد دہلی میں ایک اعلان فرمایا اور اعلان کس کو فرمایا؟ آج ہم لوگ نام کے مُلّا ہیں، مُلّا تو یہ اللہ والے تھے جنہوں نے اللہ کو پالیا تو زمین و آسمان اور سورج و چاند ان کے نگاہوں سے گر گئے، بادشاہ اور مچھر ان کے نزدیک برابر تھے، آپ خود سوچیں جو شخص شیر کا دوست ہو گیا کیا وہ لومڑیوں اور بکریوں سے ڈر جائے گا؟

کمزوروں کی اکثریت سے ڈرنا نہیں چاہیے

فرض کرو کہ جنگل میں ایک طرف شیر بیٹھا ہوا ہے اور ایک طرف ایک ہزار بکریاں بیٹھی ہوئی ہیں، بکریوں نے کہا کہ دیکھو تم ڈاڑھی نہ رکھنا، یہ ہماری اکثریت کی رائے ہے اور شیر اکیلا ہے وہ کہہ رہا ہے خبر دار ڈاڑھی رکھنی پڑے گی۔ تو اس وقت آپ اکثریت کی بات پر عمل کریں گے یا تنہا شیر کو اہمیت سے دیکھیں گے؟ تنہا شیر کا ایک ووٹ ہے اور بکریوں کے ایک ہزار ووٹ ہیں۔ اگر اس وقت الیکشن کرائیں تو آپ جمہوریت پر عمل کریں گے یا تنہا شیر کی حکومت کو تسلیم کریں گے؟

اگر تم نے اپنے نبی کی سنت پر عمل کیا، شریعت کے مطابق سادگی سے شادی کی اور گانا باجا نہیں کیا، وڈیو ریکارڈنگ نہیں کرائی، پاجامہ ٹخنے سے اُوپر کر لیا، مُلَّا بن گئے تو ایک ہزار بکریاں دھمکی دیں کہ ہم رات بھر مَیں مَیں چلّائیں گی اور تم کو سونے نہیں دیں گی، اگر مُلَّا بن گئے تو برادری سے تمہارا حقہ پانی بند کردیں گی لیکن اُدھر شیر کہتا ہے کہ میں اکثریت میں نہیں ہوں، میری تعداد صرف ایک ہے لیکن میں حکم دیتا ہوں کہ تم کو ڈاڑھی رکھنی پڑے گی، جیسے میں نے ڈاڑھی رکھی ہے۔ شیر کی ڈاڑھی ہوتی ہے اور پٹھے بال بھی ہوتے ہیں۔ تو شیر کہے کہ میں تنہا ہوں لیکن میری تنہائی کو مت دیکھو، میں اگر ایک دفعہ زور سے دھاڑ دوں تو ایک ہزار بکریاں زندہ نہیں رہیں گی، سب کے کلیجے پھٹ جائیں گے۔ تو آپ نے دیکھا کہ طاقت ایسی چیز ہے۔ شیر کی طاقت پر آپ ایمان لے آئے اور اکثریت کے الیکشن بھول گئے۔ آج لوگ کہتے ہیں کہ صاحب برادری کی اکثریت ڈاڑھی نہیں رکھتی، اس لیے ہم کیا کریں، جدھر زیادہ دنیا ہوتی ہے اُدھر کی چال چلنی پڑتی ہے۔ مفتی اعظم پاکستان کو اللہ جزائے خیر دے، مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر یاد آگیا۔ فرمایا زمانہ سے کیوں ڈرتے ہو؟ زمانہ مخلوق ہے خالق نہیں ہے اور پھر یہ شعر پڑھا ؎

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں

ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

ہم زمانہ بناتے ہیں، زمانہ انسان بناتا ہے، اگر ہم سب نیک بن جائیں تو سنت کا زمانہ زندہ ہو جائے گا۔ تو دوستو! آپ یہ سوچو کہ شیر کی طاقت زیادہ ہے یا اللہ کی؟ شیر مخلوق ہے یا خالق؟ اللہ تو شیر کا خالق ہے، شیر کی آواز میں اثر اللہ نے رکھا ہے، جب وہ دھاڑتا ہے تو زمین ہل جاتی ہے۔ میں نے چڑیا گھروں میں خود جا کر دیکھا ہے کہ شیر زور سے دھاڑا تو زمین بھی ہل گئی۔ جس کی ادنیٰ مخلوق شیر میں یہ قوت ہے تو اس سے اندازہ کریں کہ اس کے فرشتوں میں کتنی طاقت ہو گی۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب کا قصہ

جب قومِ لوط پر عذاب نازل ہوا جن کی چھ بستیاں تھیں اور ہر بستی میں ایک لاکھ کی آبادی تھی۔ چھ لاکھ کی بستیوں کو جبرئیل علیہ السلام نے ایک بازو سے اُٹھالیا۔ اُن کے چھ سو بازو ہیں، لیکن یہاں انہوں نے ایک بازو استعمال کیا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ چھ لاکھ کی بستی کو ایک بازو سے اُٹھا کر آسمان کے اتنا قریب لے گئے کہ آسمان کے فرشتوں نے اس بستی کے مرغوں اور گدھوں کی آوازیں سنیں، وَجَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا، پھر بستیوں کو اتنی بلندی پر لے جا کر واپس زمین پر پلٹ دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے پتھروں کو ان پر برسایا اور ہر پتھر پر مجرم کا نام لکھا ہوا تھا جو اسی کو جا کر لگتا تھا، ان پتھروں کو حکم تھا کہ تم ان کو مار مار کر بھوسہ کر دو، وہ بندوق کی گولی سے بھی زیادہ زور سے لگتے تھے، یہاں تک کہ ان کا نام و نشان مٹ گیا کیونکہ ان کا نبی انہیں منع کرتا تھا کہ مردوں کے ساتھ بدفعلی حرام ہے۔ اس پر وہ کہتے تھے کہ آپ بہت پاک بنتے ہیں۔ جن فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب دینے کے لیے بھیجا تھا وہ حسین لڑکوں کی شکل میں تھے۔ جب اللہ تعالیٰ عذاب دینے پر آتے ہیں تو گناہ کے اسباب کو قریب کرتے ہیں تاکہ مجرم شرابِ قہر پی کر بدمست ہو جائیں، پھر ان پر عذاب نازل ہوتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بدشکل میں بھی بھیج سکتے تھے۔ اب ان ظالموں نے کہا کہ اے نبی! اپنے مہمانوں کو ہمارے حوالہ کر دو، یہ بہت حسین ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے رُسوا مت کرو، یہ میرے مہمان ہیں۔ فرشتوں نے کہا کہ آپ ڈرتے کیوں ہیں؟ ہم ان کو بھوسہ بنانے کے لیے آئے ہیں، ہم ان کی ساری بدمستی نکال دیں گے، آپ بالکل بے فکر

رہیں، ان پر جو بد مستی چڑھی ہوئی ہے ہم ان پر وہ عذاب نازل کریں گے کہ ان کے جسم کے پُرزے پُرزے ہو جائیں گے لیکن آپ اس سزا کو نہ دیکھ سکیں گے، آپ پہلے ہی یہاں سے نکل جائیں۔

چنانچہ اللہ کے عذاب کو مت دیکھو کیونکہ اگر آپ لوگ عذاب دیکھیں گے تو سب کے ہارٹ فیل ہو جائیں گے، اس لیے عذاب والی بستی کو بھی نہیں دیکھنا چاہیے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان بستیوں پر سے گذرتے تھے جن پر عذاب نازل ہوا تھا تو چہرۂ مبارک پر کپڑا ڈال لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جہاں اللہ کا عذاب نازل ہوا ہو اس جگہ کو دیکھو بھی نہیں۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نے ایک ایسی ہی بستی سے پانی لاکر آٹا گوندھ لیا تو آپ نے فرمایا کہ اس آٹے کو پھینک دو، اس سے روٹی بھی مت پکاؤ، اس پانی میں بھی اللہ کے عذاب کا اثر ہے اور فرمایا کہ سواری کو تیز کر دو اور استغفار کرتے ہوئے، روتے ہوئے یہاں سے گذر جاؤ۔

تو قومِ لوط کا یہ انجام ہوا کہ ان پر ایسا عذاب نازل ہوا کہ وہاں نہایت کڑوے نمکین پانی کا سمندر آگیا جہاں ایک پودا بھی نہیں اُگ سکتا اور وہ ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد ہو گئے، ان پر ذلت کی مار قیامت تک کے لیے تاریخ بن گئی، آج تک اُن کی رُسوائی کا ذکر ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے اس قسم کے گناہ نہیں چھوڑے ان سے کہتا ہوں کہ وہ جلدی توبہ کرلیں ورنہ اللہ تعالیٰ کہیں ان کی تاریخ بھی سیاہ نہ بنادیں۔

ڈاڑھی تمام انبیاء کرام کی سنت ہے

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام میں اتنی طاقت ہے تو جبرئیل علیہ السلام کا پیدا کرنے والا کتنا طاقت ور ہوگا جس نے اپنے نبیوں سے ڈاڑھی رکھوائی، دنیا میں کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس نے ڈاڑھی منڈائی ہو، یہی دلیل ہے کہ اللہ کو ڈاڑھی پسند ہے۔ ارے! اگر اللہ کو چہرہ پر ڈاڑھی اچھی نہ لگتی تو اپنے اچھوں کو اور پیاروں کو ڈاڑھی رکھنے کا حکم کیوں دیتے؟ اللہ نے پیغمبروں کو اور اپنے پیاروں کو ڈاڑھی رکھوائی، یہ دلیل ہے کہ ڈاڑھی بہت اچھی چیز ہے، اچھی چیز اچھوں کو دی جاتی ہے، خراب چیز خراب

لوگوں کو دی جاتی ہے۔ اگر ڈاڑھی خراب چیز ہوتی تو اللہ اپنے نبیوں کو کبھی ڈاڑھی نہ رکھنے دیتا۔ آپ بتائیں! کیا آپ اپنی اولاد کو خراب چیز دیں گے؟ تو اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو خراب چیز کیسے دے گا؟

آج ہمارے معاشرہ میں ڈاڑھی کا مذاق بنایا جاتا ہے، کوئی تو بالکل ہی منڈا دیتا ہے اور کوئی رکھتا ہے تو کاٹ چھانٹ کرتا ہے حالانکہ ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے جیسے وتر کی نماز، عید کی نماز، بقرہ عید کی نماز واجب ہے ایسے ہی تینوں طرف سے ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے یعنی سامنے سے بھی، دائیں سے بھی اور بائیں سے بھی۔ جب ڈاڑھی ایک مشت سے زیادہ بڑھ جائے تو اس کو کاٹ دو، اس طرح ڈاڑھی گول ہو جاتی ہے اور بڑی پیاری اور خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔

اگر کوئی شخص آپ کی بستی میں عید کی نماز نہیں پڑھتا یا وتر نہیں پڑھتا خالی عشاء کے فرض اور دو سنتیں پڑھ لیتا ہے تو آپ علماء اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ یہ شخص فاسق ہے۔ لیکن جو گناہ معاشرہ میں کثرت سے ہونے لگتا ہے اس کی بُرائی دل سے نکل جاتی ہے۔ آج ہی ہمارے ایک دوست کہہ رہے تھے کہ ہمیں بچپن ہی سے سور سے نفرت دلائی جاتی ہے تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص چاہے کتنا ہی گنہگار ہو مگر سور کا گوشت نہیں کھاتا۔ اگر شراب کی، چوری کی اور جھوٹ کی بُرائی بھی اسی طرح بچوں کو سمجھائی جائے تو اس کو بھی معاشرہ پسند نہیں کرے گا۔

تو میرے دوستو ایک شیر میں اور ایک ہزار بکریوں میں جو تناسب ہے تو اللہ کی قدرت کے مقابلہ میں یہ شیر اور بکریاں کچھ نہیں ہیں۔ اللہ نے ہمارے لیے ڈاڑھی کو پسند کیا ہے، اپنے رسول کی زبانِ نبوت سے بخاری شریف میں اعلان فرمادیا ہے کہ اے لوگو! ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ۔ آج اس اُمت کا کیا حال ہے جو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت و سفارش کی اُمیدوار ہے مگر پھر بھی نبی کی نافرمانی میں بدمست ہے، بڑی بڑی مونچھیں رکھے ہوئے ہے تاکہ ہمارا رعب جم جائے۔

ڈاڑھی منڈے لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہارِ نفرت

بخاری شریف کی حدیث ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایران کے دو سفیر آئے، آپ نے دیکھا کہ ان کی مونچھیں بڑی بڑی تھیں اور ڈاڑھیاں منڈی ہوئی تھیں۔ آپ نے اُن کے چہرے دیکھ کر نفرت سے اپنا منہ پھیر لیا۔ آپ نے ان سے انتہائی نفرت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کو ایسی شکل پسند نہیں ہے۔ قیامت کے دن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اُمت کہے گی کہ اے نبی! ہمیں جامِ کوثر پلا دیں، پیاس لگی ہے تو اگر زندگی میں ڈاڑھی منڈی ہوئی ہوگی اور مونچھیں بڑی بڑی ہوں گی اور اسی حالت میں موت آگئی تو قیامت کے دن اسی حالت میں اُٹھایا جائے گا، اور اگر ایسی شکل دیکھ کر نبی علیہ السلام نے اپنے چہرۂ مبارک کو نفرت سے پھیر لیا تو اس دن کہاں جاؤ گے؟

میرے دوستو! عزیزو! ذرا سوچ لو جب قیامت کے دن اللہ کے رسول سے سفارش کے لیے کہو گے اور آپ اپنا چہرۂ مبارک ناراض ہو کر نفرت سے پھیر لیں گے جیسا کہ زندگی میں ایران کے سفیروں کو دیکھ کر پھیر لیا تھا تو ہمارا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ اپنے گالوں کو فارغ البال نہ کرو۔ اور ڈاڑھی منڈانے میں مصیبت بھی بہت ہے، روزانہ صبح لوہے کا دھار دار بلیڈ لے کر گال کو کھینچ کھینچ کر ایک کوٹ، ڈبل کوٹ اس کے بعد تیسرا کوٹ کرتے ہو جس کا نام کھونٹی اُکھاڑ کوٹ ہے تاکہ کھونٹی بھی نہ رہے لیکن سوال یہ ہے کہ اتنی مصیبت اٹھاتے ہو اس سے بہتر ہے کہ ڈاڑھی رکھ لو تاکہ اس مصیبت سے چھٹی ہو جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے شوق کی رعایت کی ہے کہ جنت میں ڈاڑھی نہیں ہوگی، اس زندگی میں اللہ کی بات مان لو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لو، پھر جنت میں ان شاء اللہ آپ کی مرضی چلے گی۔

اہل جنت کے احوال

علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کے حوالہ سے اہلِ جنت کا نقشہ پیش کیا ہے کہ يَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدًا مُرْدًا مُكَحَّلِينَ[۳] جنت میں جب لوگ

۳؎ سنن الترمذی، ۲۸۲/۴، باب ماجاء فی سنن اہل الجنۃ، مطبوعہ بیروت

داخل ہوں گے تو ان کے جسم پر بال نہیں ہوں گے، نہ مونچھوں کے نہ ڈاڑھی کے، صرف سر، پلکوں اور بھنوؤں کے بال ہوں گے، وہاں ہمیشہ ایسے ہی نوجوان رہیں گے لہٰذا وہاں آپ اپنا ڈاڑھی منڈانے کا شوق پورا کر لیجیے گا، مگر ایڈوانس میں جنتی بننے کی کوشش نہ کیجیے۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مان لیں، اُنہیں کے صدقہ میں پھر ہمیشہ کے لیے ڈاڑھی منڈانے سے چھٹی مل جائے گی، آپ ہمیشہ نوجوان لڑکے رہیں گے، آپ کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے، جنت میں ہمیشہ ایسے جوان رہیں گے جن کی ڈاڑھی مونچھ نہ ہوگی۔ ذرا سوچو کیسا مزہ آئے گا، بال کبھی سفید نہیں ہوں گے، کبھی کوئی یہ نہیں جانے گا کہ ایک لاکھ سال کے ہو گئے یا دس لاکھ سال کے ہو گئے، وہاں پچاس لاکھ سال کے بھی ہو جائیں مگر ہماری عمر کا کسی کو پتہ نہیں چلے گا کیونکہ وہاں سورج نہیں ہوگا، دن نہیں بنے گا، ہفتہ نہیں بنے گا، ہفتہ سے مہینہ نہیں بنے گا، پھر مہینوں سے سال نہیں بنے گا، جب سال نہیں بنے گا تو پھر آپ کی عمر کا کیا پتہ چلے گا؟

اب آپ کہیں گے کہ جب سورج نہیں ہوگا تو جنت میں روشنی کہاں سے آئے گی؟ تو اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات سے روشنی ہوگی اور کیسی روشنی ہوگی؟ جیسی صبح کے وقت سورج نکلنے سے چند منٹ پہلے کی روشنی ہوتی ہے جسے صبح کا سہانا وقت کہتے ہیں۔ اور جنتیوں کی آنکھوں میں کاجل لگا ہوا ہوگا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنتی لوگوں کے کاجل اللہ تعالیٰ لگائیں گے، اسے خریدنا نہیں پڑے گا، اللہ تعالیٰ وہاں ان کو لگا لگایا کاجل عطا کر رہے ہیں جو کبھی نہیں چھوٹے گا۔

خدا کا راستہ رونے سے طے ہوتا ہے

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ جس کے دل کو اپنے لیے قبول کر لیتے ہیں وہ دل کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ خدائے تعالیٰ ان پہاڑوں پر ہمارے سفر کو قبول فرمائے، میری یہی ایک دعا اگر اللہ قبول کر لے تو ہمارا کام بن جائے کہ اے خدا! اختر کے، سامعین کرام کے اور ہمارے عزیزوں کے دلوں کو آپ اپنے لیے قبول فرما لیں۔ جیسے وزیرِ اعظم کے کتّے کی گردن کے پٹّہ پر لکھا ہوتا ہے کہ یہ وزیرِ اعظم کا کتّا ہے، پھر اس کا بھی احترام کیا جاتا ہے، جب اللہ اپنے کرم

سے کسی کے دل کو اپنے لیے قبول کرلیتا ہے، اس کے دل کو ولی اللہ بنالیتا ہے، اس بندہ کو اپنا دوست بنالیتا ہے تو پھر اس کو اللہ سے کوئی نہیں چھین سکتا، ماں کی گود سے بچہ چھینا جاسکتا ہے حالانکہ ماں کی محبت میں تو کوئی کمی نہیں ہوتی، وہ نہیں چاہتی کہ کوئی غنڈہ اس کا بچہ چھین کر اسے ذبح کردے، اگر کوئی غنڈہ قتل کرنے کے لیے آجائے تو ماں پوری طاقت سے بچہ کو اپنے سے چپکائے گی، ساری جان لگادے گی، محلّہ والوں کے سامنے پوری طاقت سے چیخے چلّائے گی کہ میرے بچہ کو غنڈے لے جارہے ہیں لیکن بچہ کو غنڈوں سے نہیں بچاسکتی کیونکہ اس میں اتنی طاقت اور قدرت نہیں ہے کہ کئی غنڈوں کا مقابلہ کرسکے۔ مگر اللہ جس کو اپنے لیے قبول فرمالے، جو ان کی حفاظت کی گود میں ہو پھر سارے عالَم کی جتنی گمراہ کن ایجنسیاں ہیں، امریکا کی ہو، رُوس کی ہو یا کوئی بھی گمراہ کن ایجنسی ہو اللہ کے مقبول بندوں اور دوستوں کو جن کو اللہ نے اپنے لیے قبول کرلیا ان کو دنیا کی کوئی ایجنسی گمراہ نہیں کرسکتی۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ اپنے دست و بازو پر بھروسہ مت کرو، اپنے زور و طاقت پر ناز مت کرو، زاری اختیار کرو، خدا رونے سے ملتا ہے، عاجزی دِکھانے سے ملتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جزائے خیر دے کیا پیارا شعر کہا ؎

زور را بگذار زاری رابگیر
رحم سوئے زاری آید اے فقیر

طاقت چھوڑو، ناز مت کرو بلکہ آہ وزاری کرو اور رونا شروع کردو کیونکہ رونے والے پر رحم کیا جاتا ہے۔ جب تک بچہ روتا نہیں ماں کا دودھ چھاتی سے نکلتا نہیں، جب مؤمن اللہ کی یاد میں روتا ہے، گناہوں سے معافی مانگتا ہے تو گنہگاروں کے رونے کے بارے میں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں، علماء حضرات تفسیر روح المعانی پارہ نمبر تیس میں سورۂ قدر کے ذیل میں دیکھ لیں، حدیثِ قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بندہ روتا ہے کہ اے اللہ! ہم سے گناہ ہوگیا، ہمارا ماضی خیانت اور تاریکی میں گذر گیا اور موجودہ حالت میں بھی ہم نالائق ہیں، آپ ہمارے مستقبل کو توفیق توبہ سے روشن کردیجیے۔

ندامت کے آنسوؤں کی قیمت

تو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ میں اپنے گنہگار بندوں کے رونے کی آوازوں کو سبحان اللہ، سبحان اللہ کہنے والی آوازوں سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ حدیثِ قدسی ہے:

لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ[۴]

میں گنہگاروں کے رونے کو، ان کے استغفار و توبہ کے آنسوؤں کو اور گڑ گڑا کر معافی مانگنے کو ساری دنیا کے اولیاء اور فرشتوں کی سبحان اللہ سے افضل سمجھتا ہوں۔ حدیث کا حوالہ اس لیے دے دیا کہ اس مجلس میں علماء بھی بیٹھے ہیں۔

اللہ والوں کی صحبت سے آدمی اللہ والا بنتا ہے

دوستو! میں یہ عرض کررہا تھا کہ اللہ کا راستہ رونے سے طے ہوتا ہے لہٰذا اللہ سے رو کہ اے اللہ! آپ ہماری ہدایت کا فیصلہ فرمادیجیے۔ جیسے باپ اپنے بیٹے کے اغوا ہوجانے پر اخبار میں اشتہار دیتا ہے کہ جو میرے بیٹے کو جنگل کے غنڈوں سے نکال کر مجھ تک پہنچادے میں اسے پچاس ہزار روپے انعام دوں گا۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ اے خدا! یہ محبت جو تونے ماں باپ کو عطا کی ہے یہ تیری ادنیٰ بھیک ہے، میں تیری رحمت کو اس ادنیٰ بھیک کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ ہم لوگوں پر رحم کردیجیے، ہمیں نفس و شیطان نے گناہوں کے جنگل میں اغوا کیا ہوا ہے، آپ اپنی رحمت سے ان غنڈوں سے ہمیں چھڑا کر ہماری ہدایت کے لیے اپنا کوئی بندہ بھیج دیجیے اور ہمیں اس گنہگار زندگی سے توبہ نصیب کردیجیے، اگرچہ آپ کو ہدایت دینے کے لیے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے بس آپ کا ارادہ ہی کافی ہے لیکن چونکہ عادت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو بھی اپنا ولی بناتے ہیں اسے اپنے کسی ولی کے ذریعہ سے ولی بناتے ہیں۔ دنیا میں کوئی ولی ایسا نہیں جو خود بخود ولی بن گیا ہو، دنیا میں جتنے ولی اللہ پیدا ہوئے ہیں اللہ نے اپنے کسی ولی کی محبت ان کے دل میں ڈالی ہے۔

---

[۴] کشف الخفاء ومزیل الالباس، ص:۲۹۸، رقم (۸۰۵) فی باب حرف الھمزۃ مع النون

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول میں نے آج سے پچاس سال پہلے پڑھا تھا جب میں طبیہ کالج الٰہ آباد میں پڑھتا تھا۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنا ولی، اپنا دوست بنانا چاہتے ہیں تو روئے زمین پر اس زمانہ کے کسی ولی کی محبت اُس کے دل میں ڈال دیتے ہیں پھر یہ اُن کے پاس آنا جانا رکھتا ہے، ان کی صحبت اُٹھاتا ہے، اور آہستہ آہستہ وہ بھی اللہ کا ولی بن جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جس پر ہو جائے۔

اللہ کی اطاعت میں مخلوق سے نہ ڈریں

دوستو! بات اس پر چل رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طاقت کو سوچو۔ شیر کے کہنے سے آپ نے بکریوں کو نظر انداز کر دیا مگر خدا کے حکم سے مخلوق کو کیوں نظر انداز نہیں کرتے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس نے اللہ کو راضی کرنے کے لیے اپنی برادری کو اور مخلوق کو ناراض کیا تو اللہ کا وعدہ ہے کہ ہم تمام مخلوق کی طرف سے اس بندہ کی آبرو کی حفاظت و کفالت کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ علماء حضرات کے لیے حوالہ بھی پیش کرتا ہوں کہ مشکوٰۃ شریف میں کتاب الظلم دیکھ لیں، آپ کو اس کے اندر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ملے گی جس کو انہوں نے امیر المؤمنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی درخواست پر لکھوایا تھا۔

جس نے اللہ کو ناراض کیا اور برادری کو خوش کیا، اپنا جی خوش کیا، برادری میں انسان کا نفس بھی شامل ہے یعنی کوئی اپنے نفس کو خوش کرنے کے لیے بد نظری کر رہا ہے، عورتوں کو بُری نظر سے دیکھ رہا ہے تو اللہ کی ناراضگی میں گذرنے والی اس کی یہ گھڑی انتہائی نامبارک ہے۔ لیکن اگر تم مخلوق کو ناراض کر کے اپنے مالک کو، طاقت والے اللہ کو جو شیر کا خالق ہے راضی کر لو مثلاً شادی بیاہ سنت کے مطابق کرو، لباس سنت کے مطابق پہنو غرض ہر چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر ڈھال دو، بجائے اس کے فرشتے قبر میں مونچھ اُکھاڑیں، یہ مونچھ پہلے ہی ختم کر دو۔ یہ بتلاؤ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر ہم اپنی مونچھوں کو چھوٹی کر دیں یہ زیادہ بہتر ہے یا یہ کہ قبر میں فرشتے ان مونچھوں کو اُکھاڑیں؟ تو فرشتوں

سے مونچھوں اُکھڑوانے کے بجائے نبی کا حکم مان لو تو اللہ مخلوق کے شر سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

بیعت کی شرعی حیثیت

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ بیعت کیا چیز ہے؟ کیا صحابہ نے بھی بیعت کی ہے؟ تو بخاری شریف کی روایت ہے کہ صحابہ نے بیعت کی ہے اور بیعت کرنے پر اللہ نے آیت نازل فرمائی کہ جو لوگ میرے نبی کے ہاتھ پر بیعت ہو رہے ہیں یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ[۵] تو میرے نبی کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے، اس کو محض نبی کا ہاتھ نہ سمجھنا۔ لہٰذا آج بھی جو نائبِ رسول کے ہاتھ پر بیعت ہو، اللہ کے اولیاء کے ہاتھوں پر اور اولیاء کے غلاموں کے ہاتھوں پر بیعت ہو تو اس کو اللہ کا ہاتھ سمجھو۔ اور احادیث مبارکہ میں متعدد واقعات ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس بات پر بیعت لی کہ نماز پڑھیں گے، روزہ رکھیں گے۔ تو بیعت کا یہ مضمون چودہ سو برس پہلے نازل ہو چکا ہے اور احادیث مبارکہ کے اندر آچکا ہے۔ اب جو بیعت ہوتا ہے تو چودہ سو برس پہلے والے وہی الفاظ دُہرائے جاتے ہیں۔

میرے ایک دوست نے بہت اچھی بات کہی کہ جیسے کوئی وزیرِ اعظم بنتا ہے، گورنر بنتا ہے، کمشنر بنتا ہے تو اس سے حلف لیا جاتا ہے کیونکہ آئینِ پاکستان میں قانون ہے کہ جب کوئی کمشنر یا وزیر اعظم یا گورنر بنے گا تو اس کو حلف لینا پڑے گا کہ ہم عوام کی خیر خواہی کریں گے، کسی سے انتقام نہیں لیں گے، اسلام کا احترام کریں گے۔ یہ کیا چیز ہے؟ یہ ایک طرح سے بیعت ہی ہے۔ میرے اس دوست نے بیعت کی حقیقت سمجھانے کے لیے حلف والی بات بہت اچھی کہی، اچھی بات اللہ جس سے بھی کہلوا دے اس کی قدر کرنی چاہیے اور اسے بھی اللہ کی رحمت سمجھنا چاہیے، اپنا کمال نہیں سمجھنا چاہیے۔ اسی طرح جس کی قسمت میں ولایت کی نعمت لکھی ہوتی ہے وہی اللہ کو پاتا ہے۔ ولایت کی اس نعمت کو اللہ کی عطا سمجھنا چاہیے، اپنا کمال ہرگز نہ سمجھے۔

۵؎ الفتح:۱۰

اُنہی کو ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

اور ؎

ان سے ملنے کی ہے یہی اِک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

صحبت اہل اللہ پر مولانا مسیح اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ

مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی ہندوستان میں حکیم الامت کے پُرانے خلیفہ ہیں، اسّی نوّے سال کے ہیں، بڑے بڑے علماء ان کے شاگرد ہیں، ابھی زندہ ہیں، تقریباً چھ سات برس پہلے کراچی تشریف لائے تھے، میری خانقاہ میں ان کا بیان بھی ہوا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ ریل گاڑی میں انجن سے فرسٹ کلاس کا ڈبہ بھی جڑا ہوتا ہے جو ایئر کنڈیشن ہوتا ہے، پھر سیکنڈ کلاس کے ڈبّے ہوتے ہیں، پھر تھرڈ کلاس کے ایسے ڈبّے ہوتے ہیں جن کی کرسیاں بھی ٹوٹی پھوٹی ہوتی ہیں مگر چونکہ سب ڈبے انجن سے جڑے ہوتے ہیں لہٰذا انجن جس منزل پر فرسٹ کلاس کے ڈبہ کو لے کر جائے گا تھرڈ کلاس کا ڈبہ بھی اسی منزل پر پہنچے گا۔ اسی طرح جو لوگ اللہ والوں کے ساتھ جڑے ہوتے ہیں ان کے حالات تو مختلف ہوتے ہیں مگر اللہ والوں کے ساتھ لگے لپٹے رہنے کی برکت سے ان شاء اللہ سب کا بیڑا پار ہو جائے گا۔

دنیاوی بادشاہت کی حقیقت

تو میں عرض کر رہا تھا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کے بادشاہ کو خطاب کیا۔ میں پھر بہت پیچھے آ رہا ہوں، جہاں سے میں نے اپنے بیان کا آغاز کیا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا کہ اے سلاطینِ مغلیہ! ولی اللہ صاحب شاہ تھے اور مغل بادشاہ تھے۔ بادشاہ میں اور شاہ میں کیا فرق ہوتا ہے؟ اللہ کی محبت کا خزانہ شاہ کے دل میں ہوتا ہے، اور بادشاہوں کے خزانے ان کے جسم کے باہر ہوتے ہیں اور ان کی شاہی باد سے بدلتی

رہتی ہے، باد فارسی میں ہوا کو کہتے ہیں، ایک ہوا آئی تو بادشاہ بن گئے اور ایک ہوا چلی مثلاً الیکشن میں کوئی گڑبڑ ہوگئی تو بادشاہت ختم ہوگئی۔

ایک ملک کے بادشاہ کے پیٹ میں درد ہوا، پیٹ میں ہوا بھر گئی تو اُس نے کہا کہ کسی بزرگ کو بلاؤ۔ بزرگ نے کچھ پڑھ کر دم کیا تو اس کی ہوا کھل گئی، پیٹ ہلکا ہوگیا۔ تو اس نے کہا آپ کی جھاڑ پھونک میں اتنا اثر ہے تو مجھے بیعت کر لیجیے کیونکہ آپ کے اندر بادشاہوں کی ہوا نکالنے کی پاور ہے، آپ تو بہت پاور کے بزرگ ہیں۔ بادشاہ نے توبہ کرلی اور بیعت ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد ان بزرگ نے عید کی نماز پڑھائی، نماز میں رکوع کے اندر بیچارے کی ہوا کھل گئی تو انہوں نے دوسرے کو امام بنایا اور وضو کرنے چلے گئے۔ حاسدین جو حسد سے جل کر خاک ہورہے تھے کہ اس بزرگ کو اتنی عزت ملی کہ بادشاہ اس کے مرید ہوگئے، تو وہ دوڑے ہوئے بادشاہ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ حضور شہر میں آج آپ کی بڑی بے عزتی ہورہی ہے۔ بادشاہ نے کہا کیوں؟ انہوں نے کہا کہ سب یہی کہہ رہے ہیں کہ بادشاہ ایسا بے وقوف ہے کہ ہوا کھولنے والے پیر سے مرید ہوگیا ہے۔ بادشاہ نے کہا اعلان کردو کہ میں نے ان کی مریدی توڑ دی۔ بادشاہ ڈر گیا کیونکہ انہیں اپنی عزت زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ اب جناب حاسدین خوشیاں مناتے ہوئے پیر صاحب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ پیر صاحب اب دماغ سے بادشاہ کے پیر ہونے کا خیال نکال دیں، ہم نے آپ کی مریدی تڑوادی ہے، اب بادشاہ آپ کا مرید نہیں ہے۔ تو وہ کہنے لگے کہ میں پہلے بھی زیادہ خوش نہیں تھا کیونکہ جس کا عقیدہ دو گندی ہواؤں کے درمیان میں ہو یعنی جب اس کی ہوا نکلی تو مجھ سے بیعت ہوگیا اور جب میری ہوا نکلی تو اس کا عقیدہ خراب ہوگیا تو جس کی محبت اور جس کا عقیدہ دو بدبودار ہواؤں کے درمیان ہو تو مجھے ایسے لوگوں کے اعتقاد کی بالکل پرواہ نہیں ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مغل بادشاہوں کو خطاب

تو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے مغل خاندان کے بادشاہو! جب تمہاری روح نکلے گی، جب تمہارا جنازہ قبر میں جائے گا تو تم کتنے تخت و تاج لے کر جاؤ گے، کتنے جواہرات لے کر جاؤ گے، کتنے خزانے لے کر جاؤ گے اور دہلی کے لال قلعہ کے

کتنے قالین تمہارے ساتھ جائیں گے اور تمہاری بیگمات اور یہ رہائش کا ساز و سامان یہ سب کتنا جائے گا؟ پھر آپ نے فرمایا کہ سن لو! جب یہ ولی اللہ مرے گا تو اپنے ساتھ کیا لے جائے گا ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے

اور اہلِ صفا کے سینوں میں اِک نور کا دریا بہتا ہے

تو انہوں نے فرمایا کہ اے بادشاہانِ مغلیہ! جب تمہارا جنازہ قبر میں اُترے گا تو تم پر مٹی ڈالی جائے گی، تمہارا کریم، پاؤڈر اور تیل مالش سب ختم ہو جائے گا اور تمہارے شاہی لباس اور تاجِ شاہی سب چھین لیے جائیں گے، پھر تم کیا لے کر جاؤ گے؟ بادشاہوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ میں آج اس بستی کے تمام زمینداروں سے یہ گذارش کروں گا کہ جب ہمارا آپ کا جنازہ قبر میں اُترے گا تو ہم آپ کیا لے کر جائیں گے؟ کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے؟ آپ کتنے کنال لے کر قبر میں جائیں گے؟ اور کتنا گندم لے کر جائیں گے؟ کتنی مکئی لے کر جائیں گے؟ جنہوں نے آٹے کی مشین لگا رکھی ہے وہ آٹے کی کتنی مشینیں لے کر جائیں گے؟ کتنی بھینسیں لے کر جائیں گے؟ کتنی گائیں لے کر جائیں گے؟ کتنی بکریاں اور مرغیاں لے کر جائیں گے؟ لیکن اب ذرا دوسری طرف بھی آئیں، اب دوسرا رُخ بھی دیکھیں۔ جب شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنی قبر میں کیا لے کر جائیں گے؟ تو انہوں نے فرمایا ؎

دلِ دارم جواہر پارہ عشق است کہ زتحویلش

شاہ ولی اللہ اپنے سینے میں ایک دل رکھتا ہے، اس دل میں اللہ کی محبت اور تقویٰ کے جواہرات اور موتی بھرے ہوئے ہیں، جب ولی اللہ مرے گا تو اپنے کفن میں یہی موتی اور جواہرات ساتھ لے کر جائے گا، وہ اللہ کو اپنے ساتھ لے کر زمین کے نیچے جائے گا۔ جو زمین کے اوپر اللہ کو اپنے ساتھ رکھتا ہے وہ زمین کے نیچے اور پل صراط پر اور میدانِ محشر میں بھی اللہ کو اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ آپ شاہ صاحب کہلاتے ہیں، شاہوں کے پاس خزانے ہوتے ہیں، آپ کے پاس کتنا سونا ہے؟ انہوں نے کہا ؎

بخانہ زر نمی دارم فقیرم

ولے دارم خدائے زر امیرم

میں اپنے گھر میں سونا نہیں رکھتا لیکن جو سونا پیدا کرنے والا ہے اُسے اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ یہاں دنیا میں بھی جب آپ سفر کرتے ہیں، کوئی آپ کو چند ہزار میل کے فاصلہ پر لے جائے، تو آپ کی زمین تو یہی رہتی ہے مگر آپ کا غلہ، آپ کی بلڈنگ، کرسی، میز وغیرہ ہزاروں میل دور آپ کے وطن ہی میں رہ جاتی ہے، لیکن ایک ولی اللہ کو جنگل میں لے جاؤ تو وہ جہاں جائے گا اپنے دل کی دولت اپنے ساتھ لے کر جائے گا، اس دولت کا نام تعلق مع اللہ یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق ہے۔

دین اختلافی باتوں سے نہیں پھیلتا

غزوۂ حنین کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے کچھ نو مسلم صحابہ کو جو اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے تھے اونٹ و بکریاں ہدیہ میں دیں تو کچھ صحابہ کے پاس شیطان انسان کی شکل میں آیا اور ان سے کہا کہ اے مدینہ کے لوگو! تم نے جہاد میں نبی پر جانیں دیں، تمہاری بیویاں بیوہ ہوئیں، بچے یتیم ہوئے لیکن آج تمہارا نبی اپنے مکہ والوں کو، برادری والوں کو، وطن والوں کو زیادہ نواز رہا ہے۔ شیطان کا کام یہی ہوتا ہے کہ ورغلاتا ہے، اختلاف پیدا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ اے نبی! آپ جلدی سے اس فتنہ کا رَد کر دیجیے ورنہ شیطان نے اختلاف کا بیج بونا شروع کر دیا ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نئے اسلام لانے والے مکہ کے نوجوانوں کو اونٹ بکریاں دیں تو شیطان نے مدینہ والوں کو بھڑکایا کہ دیکھا نبی نے اپنے مکہ کی برادری کو، قریشیوں کو مال دیا اور ہم لوگوں کو کچھ نہیں دیا جبکہ ہم نے جہاد میں اپنی بیویوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل علیہ السلام نے اس مرض کی اطلاع دی کہ جلدی اس کا علاج کیجیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ وہ خطبہ ایسا تھا کہ صحابہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر اُن کی ڈاڑھیوں سے نیچے گر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اے مدینہ کے انصار! بے شک میں نے مکہ کے نئے اسلام والے نوجوانوں کے دلوں کو خوش کرنے کے لیے کچھ مال و اسباب دیا تاکہ ان کے دلوں میں اللہ و رسول کی محبت بڑھ جائے،

جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں وَ الۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ[۶] فرمایا ہے کہ جو نیا نیا اسلام لائے تو اس کے دل کو خوش کرنے کے لیے، اس کو اسلام سے قریب کرنے کے لیے کچھ ہدیہ وغیرہ دے دیا کرو تو میں نے قرآن کے حکم پر عمل کیا ہے لیکن شیطان نے تم کو بہکا دیا کہ میں نے برادری کے طور پر، وطنیت کے بنیاد پر مکہ والوں کو دیا ہے تو یاد رکھو! یہ لوگ تو اونٹ بکریاں لے کر مکہ چلے جائیں گے اور مدینہ کے انصار تم اللہ کے رسول کو لے کر اپنے ساتھ مدینہ جاؤ گے۔ کیا اللہ کا رسول تمہارے لیے اونٹ و بکریوں سے بہتر نہیں؟ اللہ کا رسول ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا، اس کی قبر تمہارے شہر مدینہ میں بنے گی، میرا جینا مرنا ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوگا۔ اس بات پر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اتنا روئے کہ اُن کے آنسو گالوں سے پھسل کر ان کی ڈاڑھیوں سے نیچے گرنے لگے۔

چنانچہ اختلافی باتوں میں نہ پڑنے والے صوفیاء سے دین زیادہ پھیلا ہے مگر کون سے صوفیاء؟ جاہل صوفی نہ ہو، عالم ہو، اللہ کا عاشق بھی ہو اور اللہ والا بھی ہو تو ان کی برکت سے زیادہ اسلام پھیلا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اتنا زیادہ پیش کرتے ہیں جس سے انسان سمجھتا ہے کہ یہ ہمارا مخلص ہے، یہ ہم کو صحیح راستہ بتاتا ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جب اجمیر شریف میں تشریف لائے تو تنہا تھے، سارا اجمیر کافروں سے بھرا ہوا تھا، یہاں تک وضو کے لیے پانی مانگا تو سارے ہندوؤں نے منع کر دیا کہ ہم تمہیں وضو کے لیے پانی نہیں دیں گے۔ اجمیر میں ایک مندر تھا، اس مندر میں ایک بت تھا جسے ہندو دیوتا کہتے تھے اور اس کو پوجتے تھے، آپ نے اس بت سے کہا کہ اے ہندوؤں کے دیوتا! تو خدا کا بندہ ہے، میں بھی خدا کا بندہ ہوں، میں اللہ کی بندگی کے لیے تجھ کو لوٹا دیتا ہوں، میرے لیے پانی لے آ۔ مفتی محمود الحسن گنگوہی دیوبند کے صدر مفتی سے میں نے اپنے کانوں سے خود سنا کہ وہ پتھر کا دیوتا لوٹا لے کر گیا اور وضو کے لیے پانی لے آیا۔ اب سارے ہندوؤں نے کہا کہ لو بھائی ہم جس کو خدا مان رہے تھے وہ تو خود اجمیر کے اس سائیں کا غلام بنا ہوا ہے، تو وہ نوّے لاکھ ہندو مسلمان ہوگئے۔ اس لیے دوستو! یہ عرض کرتا ہوں کہ صوفیاء سے دین زیادہ پھیلا ہے۔

---

[۶] التوبة:۶۰

اجمیر کا راجہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ رہا ہے کہ تم اپنا مصلیٰ اس جگہ سے اُٹھا کر لے جاؤ، تم یہاں کیوں نماز پڑھ رہے ہو، ہم تمہیں یہاں نماز نہیں پڑھنے دیں گے، یہاں تو ہمارے اونٹ بیٹھتے ہیں۔ آپ نے ہاتھ اُٹھا کر اللہ سے کہا کہ اے خدا! یہاں جتنے اونٹ بیٹھے ہیں کوئی نہ اُٹھ سکے۔ سارے اونٹ وہی زمین پر چپک کر رہ گئے۔ راجہ بھی حیران رہ گیا۔

تو دوستو! آج ہمیں اسی چیز کی ضرورت ہے کہ ہم وہ دردِ محبت حاصل کریں جو اولیاء اللہ کے سینوں میں ہوتا ہے جس کو مولانا قاسم نانوتوی نے اور مولانا رشید احمد گنگوہی اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہم نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ آج مُلّا کو اس بات سے شرم آتی ہے کہ ہم کسی بزرگ کے پاس جاکر بیٹھیں، ہم بھی روح المعانی دیکھ سکتے ہیں، بخاری شریف پڑھ سکتے ہیں، دین کے مسائل جانتے ہیں پھر ہم کسی کی جوتیاں کیوں اُٹھائیں؟

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے مذہب کے امام تھے اور اتنے بڑے شخص تھے کہ اللہ کے راستہ میں کوڑے کھائے، پھر ان کی ایک کرامت ظاہر ہوئی، کوڑے کھاتے کھاتے ان کا اِزار بند ٹوٹ گیا۔ محدث عظیم مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ازار بند ٹوٹ گیا تو قریب تھا کہ پاجامہ نیچے گر پڑتا کہ انہوں نے آسمان کی طرف دیکھ کر ہونٹوں کو حرکت دی اور خدا سے کچھ کہا تو ان کا پاجامہ اوپر اُٹھ گیا۔ ایک ہفتہ کے جب ابھی وہ صاحبِ فراش تھے ایک محدث نے ان سے پوچھا کہ آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر کیا کہا تھا؟ کہنے لگے کہ جب میرا اِزار بند ٹوٹا تو میں نے اللہ سے عرض کیا **اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ عَلَی الْحَقِّ فَلَا تَھْتِكْ سَتْرِیْ،**[ک] اے خدا! اگر تو جانتا ہے کہ میں حق پر ہوں تو میری آبرو کو رُسوا مت کیجیے، مجھے ننگا نہ ہونے دیجیے۔

ک نزھۃ المجالس ومنتخب النفائس،٢/٢٨٢،مکتبۃ القاھرۃ

امام شافعی، امام احمد ابن حنبل کے استاد ہیں۔ امام شافعی نے اپنے ایک شاگرد کو ان کے پاس بغداد بھیجا کہ جاؤ میرے شاگرد امام احمد ابن حنبل سے کہو کہ تم کو جب کوڑے لگائے جارہے تھے تو اس وقت تم جو کرتا پہنے ہوئے تھے وہ کُرتا ہمیں دے دو۔ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد کی بات کو کیسے ٹالتے چنانچہ وہ کُرتا جس میں انہیں کوڑے مارے گئے تھے اس کو اُتار کر دے دیا۔ امام شافعی نے امام احمد کا کُرتا جو اللہ کی راہ میں کوڑے کھا چکا تھا اس کو دھویا فَغَسَلَهُ الشَّافِعِي فَشَرِبَ مَاءَهٗ اور اس پانی کو برکت کے لیے پی لیا۔ دوستو! یہ ہے اللہ والوں کی شان کہ امام شافعی جیسی عظیم الشان شخصیت اپنے شاگرد کے کُرتے کو دھو کر اس کا پانی پی رہی ہے۔

جب ان کا انتقال ہوا تو مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں لکھتے ہیں اَسْلَمَ عِشْرُوْنَ اَلْفًا یَوْمَ وَفَاتِہٖ کہ ان کا جنازہ دیکھ کر بیس ہزار کافر مسلمان ہوگئے ؎

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

دوستو! عاشق کا جنازہ دیکھ کر کافر تک اسلام لے آتے ہیں، آج ہمارے سینوں میں وہ درد نہیں ہے، ہم خالی کتابیں پڑھ کر مدرسوں سے نکلتے ہی پیر بن جاتے ہیں، پہلے مجاہدات کرکے آؤ، اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھاؤ، اللہ کی محبت کا درد سیکھو، اپنے کو جلا کر خاک کرو، پھر دیکھو خدا تمہاری زبان میں کیسا اثر ڈالتا ہے۔

نحوی و فقہی مسائل سے تصوف کے مسائل کا حل

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے دو سو تیس سال کے بعد ان کی قبر کے نزدیک ایک جنازہ دفن کیا گیا۔ مشکوٰۃ کی شرح میں مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس شخص نے وصیت کی تھی کہ جب میں مرجاؤں تو میرا جنازہ امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دفن کرنا۔ تو جب قبر کھودتے کھودتے پھاوڑا امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر لگا تو اُن کی قبر کھل گئی، فَلَمَّا دُفِنَ بِجَنْبِهٖ بَعْدَ مِأَتَيْنِ وثَلَاثِيْنَ سَنَةً دیکھیں عربی گرامر میں سَنَۃً کیا ہے؟ یہ ثلاثین کی تمیز ہو رہی ہے، اگر مائتین کی تمیز ہوتی تو یہ مفرد

مجرور ہوتی لیکن دیکھئے ثَلَاثِیْنَ یعنی تیس مِأَتَیْنِ یعنی دو سو سے کم ہے۔ بتایئے! تیس کی طاقت دو سو سے کم ہوتی ہے یا نہیں؟ لیکن سنۃً کے اعراب پر تیس اپنا عمل کر رہا ہے، اس کو نصب یعنی زبر دے رہا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ دو سو یعنی زیادہ طاقت والے کی بنسبت سنۃً سے زیادہ قریب ہے لہٰذا کم طاقت یعنی تیس کی طاقت ہوتے ہوئے بھی اس نے دو سو کی طاقت رکھنے والے عدد کو محض اپنی قربت کی وجہ سے معطل و مفلوج کر دیا۔ اسی طرح جو اللہ والوں سے قریب رہے گا سارا زمانہ اسے گمراہ نہیں کر سکے گا ان شاء اللہ۔ کیونکہ جو جس کے زیادہ قریب ہوتا ہے اسی کا اثر قبول کرتا ہے، اس کا قریبی عامل اس پر اپنا عمل کر لیتا ہے۔

اب اس کی ایک مثال اور دیکھیں! ایک شخص کے پاس دس ہزار روپے ہیں، وہ رمضان کی بیس تاریخ کو زکوٰۃ نکالتا ہے، اب انیس رمضان کو اس کے پاس کہیں سے مزید رقم مثلاً پانچ ہزار روپے آگئے، تو اصول یہ ہے کہ جس شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ مال اسے صاحبِ نصاب کر دے اور اس مال پر اس شخص کو پورا ایک سال گذر جائے تب اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ اب اس شخص کی دس ہزار روپے کی رقم پر تو ایک سال گذر گیا مگر انیس رمضان کو پانچ ہزار روپے کی جو مزید رقم ملی اگرچہ ابھی اس پر سال نہیں گذرا مگر چونکہ وہ سال گذاری ہوئی رقم سے آکر مل گئی ہے لہٰذا اب اس پر بھی دس ہزار روپے کے ساتھ ملنے کی وجہ سے زکوٰۃ فرض ہوگئی۔ اب اس کو بارہ مہینے الگ سے گذارنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جو رقم بارہ مہینے گذارنے کا مجاہدہ کر چکی ہے، اس کی صحبت کی برکت سے اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہوگئی، اللہ نے اس کو بھی پیار کر لیا، بارہ مہینے مجاہدہ والی رقم کی برکت نے اس کو ایک ہی دن میں بالغ کر دیا۔ اس لیے اہل اللہ مجاہدات کے جو پاپڑ بیلتے ہیں، مصیبتیں اُٹھاتے ہیں اگر ہم ان کی صحبت میں رہیں تو کیا عجب کہ تھوڑے ہی دنوں میں کم مجاہدہ سے ہمارا کام بن جائے۔ میں نے جب تصوف کا یہ مسئلہ مفتی رشید احمد صاحب سے عرض کیا تو حضرت کو وجد آگیا، فرمایا کہ عجیب بات ہے، تم نے فقہ سے تصوف کا مسئلہ حل کیا اور مائتین و ثلاثین والے نحو کے مسئلہ سے صحبتِ اہل اللہ پر اِشکال کو محو کر دیا۔

تو دو سو بیس سال کے بعد فَلَمَّا کُشِفَ قَبْرُہٗ جب احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر غلطی سے کھل گئی، تو وُجِدَ کَفَنُہٗ صَحِیْحًا لَمْ یَبْلُوْ جُثَّتُہٗ لَمْ تَتَغَیَّرْ پورا کفن بالکل تازہ اور صحیح تھا، پُرانا نہیں ہوا تھا اور جسم مبارک ایسا تھا جیسے ابھی ابھی دفن کیا گیا ہو۔ اور یہ بات لکھنے والے کون ہیں؟ محدث عظیم مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ہرات کے رہنے والے تھے اور مکہ شریف میں مدفون ہیں۔ تو دو سو تیس سال کے بعد بھی ان کی لاش کو اللہ نے اپنی راہ میں کوڑے کھانے کی مصیبت کے بدلہ میں محفوظ رکھا۔

قبر میں ساتھ لے جانے والے اعمال

آپ کو، ہم کو کبھی نہ کبھی تو موت آئے گی، اس وقت جب آپ سے پوچھا جائے گا کہ صاحب آپ مر رہے ہیں تو آپ کون سی چیز قبر میں لے جا رہے ہیں؟ کتنے بنگلے لے جا رہے ہیں؟ کون سی کار لے جا رہے ہیں؟ تو آپ یہی کہیں گے کہ میں تو خالی ہاتھ جا رہا ہوں، میرے ساتھ صرف میرا کفن ہے۔ لہٰذا اللہ کو حاصل کرو، واللہ! اختر یہ کہتا ہے کہ گناہوں کے مزے میں عذاب ہی عذاب ہے، گنہگاروں کی صورتوں سے ظلمت کا دھواں اُٹھتا ہے ؎

اُف کتنا ہے تاریک گنہگار کا عالَم
انوار سے معمور ہے اَبرار کا عالَم

اگر کوئی کسی سے پوچھے کہ آپ بہت جلدی مرنے والے ہیں، تو آپ اپنے ساتھ کیا لے جا رہے ہیں؟ کتنے کنال زمین، کاروبار، گدھا گدھی، بکرا بکری، بیل گائے بھینس کیا لے جا رہے ہیں؟ تو شاید ہی کوئی بندہ ایسا نکل آئے جو یہ کہے کہ میں اپنے ساتھ اپنے اللہ کو لے جا رہا ہوں۔ آپ بتائیں! ایسے شخص کی کیا قیمت ہو گی؟ اللہ سے بڑھ کر کوئی قیمتی چیز ہے؟ اسی کو حاصل کرنے کے لیے اس فقیر نے کشمیر کے ان پہاڑوں پر سفر کیا ہے کہ جس نے دنیا میں اللہ کو نہ پایا وہ اس دنیا سے محروم ہی جائے گا۔

میں آپ سے یہی عرض کرتا ہوں کہ ہم لوگوں کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ جب ملک الموت یعنی موت کے فرشتہ عزرائیل علیہ السلام آئیں اور پوچھیں کہ اب ہم تمہیں زمین

کے نیچے لے جارہے ہیں، آخرت کے ملک میں لے جارہے ہیں، وہاں کے لیے تمہارے پاس کیا کرنسی ہے؟ تم نے وہاں کتنا زرِ مبادلہ بھیجا ہے؟ تو آپ کا جواب بھی ایسا ہو کہ اور کوئی کرنسی ہو یا نہ ہو لیکن میں اپنے ساتھ اپنے اللہ کو لے کر جارہا ہوں۔

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا سے جب قبر میں منکر نکیر نے پوچھا کہ تمہارا ربّ کون ہے تو انہوں نے کہا کہ زمین پر تو میں نے ساری زندگی خدا کو یاد کرکے، اس کے عشق میں اپنے جسم کو جلا کر خاک کر دیا، اب زمین کے چند گز نیچے آکر اپنے مالک کو، اپنے پالنے والے کو بھول جاؤں گی؟ یہ ناز ہوتا ہے اللہ والوں کا! اس لیے کہتا ہوں کہ اپنی گائے بھینسوں پر ناز مت کرو، اپنے مکئی کے کھیتوں پر ناز مت کرو، اللہ کی نعمتیں سمجھ کر ان پر اللہ کا شکر تو ادا کرو لیکن خدا کے لیے اللہ کی محبت کی دولت دل میں پیدا کرو تاکہ جب زمین کے نیچے جنازہ اُترے تو آپ اُس ملک کے لیے اپنے دل میں اللہ کو اپنے ساتھ لے کر جائیں۔

پیر کے متعلق صحیح عقیدہ

پیروں کی قدر یہی ہے کہ ان سے اللہ کی محبت سیکھو، پیر کا کام یہ نہیں ہے کہ دم کر دیا تو مرض غائب ہو جائے، پیر کی ہر گز یہ ذمہ داری و ٹھیکیداری نہیں ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تسہیل قصد السبیل پڑھو۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے پیر کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ آپ کا قرضہ ادا کرے، آپ کی بھینس کو کھانسی ہو گئی ہو تو وہ اس کی گردن میں تعویذ باندھ دے اور بھینس اچھی ہو جائے، پیر کا یہ کام نہیں ہے کہ بھینس بھینسے کے پاس نہیں جارہی تو کوئی تعویذ دے دے تاکہ بھینس دیوانی ہو کر بھینسے کے پاس چلی جائے، پیر کا یہ کام نہیں ہے کہ تمہارے کاروبار میں، دوکان میں جاکر پھونک مار دے اور تمہارا کاروبار چلنے لگے۔ پیر کا کام صرف اللہ کی محبت سکھانا ہے۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ کیوں صاحب! آپ نے کبھی مٹھائی والوں سے کپڑا خریدا ہے؟ بتایئے! آپ نے مٹھائی والوں سے کبھی کپڑا خریدا ہے؟ تو اللہ والوں سے اللہ کیوں نہیں مانگتے ہو؟ وہاں صرف دنیا کے لیے دعا کی درخواست

کرنے جاتے ہو۔ اللہ والوں سے دعا کرانے میں تو کوئی حرج نہیں ہے، دعا کرانا تو اپنے چھوٹوں سے بھی سنت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سرورِعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے عمر! تم عمرہ کرنے جارہے ہو اَشْرِکْنَا فِیْ دُعَائِكَ،[۸] اے عمر! اپنے پیغمبر کو دعامیں یاد رکھنا۔ تو دعا کی درخواست تو ہم اپنے چھوٹوں سے بھی کرائیں گے، ہم آپ لوگوں کے لیے دعا بھی مانگتے ہیں اور آپ لوگوں سے دعا کی درخواست بھی کرتے ہیں، میری عافیت و صحت کے لیے اور میرا اللہ والا بننے کے لیے اور میری ایمان پر موت کے لیے اور میری قیامت کے دن بے حساب مغفرت کے لیے اور نیک لوگوں میں داخلہ کے لیے آپ ہمارے لیے دعا کریں اور میں آپ کے لیے دعا کروں گا لیکن پیر کے پاس سوائے دعا مانگنے کے اور کوئی اختیار نہیں ہے جو لوگ پیر کو اتنا بااختیار سمجھتے ہیں کہ اگر پیر ہاتھ اُٹھالے تو ہمارا ہر کام بن جائے تو ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ابوطالب کے لیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا تھے، آپ نے کتنی دعائیں مانگیں ان کو تو ضرور ایمان نصیب ہوجاتا۔ البتہ یہ اور بات ہے کہ اللہ والوں کی دعائیں اور لوگوں کی بنسبت جلد قبول ہوجاتی ہیں لیکن یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ جو مانگیں گے وہ ضرور ہی پورا ہوگا ایسا عقیدہ رکھنا صحیح نہیں ہے۔

سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شرابی کا منہ دھویا، وہ شراب پی کر اپنی ہی قے میں پڑا ہوا تھا اور اس کے منہ پر مکھیاں بھنک رہی تھیں، جب سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا منہ دھویا تو وہ اُٹھ گیا۔ اُس نے کہا کہ آپ اس وقت کہاں سے آگئے؟ فرمایا کہ تیرے منہ پر چپکنے والی مکھیاں اور قے دیکھ کر مجھے رحم آگیا کہ میرے اللہ کا بندہ اس بُری حالت میں ہے، اس لیے میں نے پانی لاکر تیرا منہ دھو دیا اور تیری قے بھی صاف کردی۔ اس پر اس نے کہا کہ آپ مجھے بیعت کرلیں اور توبہ کرادیں۔ اللہ نے اُسی وقت اس کو بہت اونچے مقام پر پہنچادیا۔ ملا علی قاری محدث عظیم مشکوٰۃ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ سلطان ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے رات کو اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا اور اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اے خدا! آپ نے اس شرابی کو اتنی جلدی ولی اللہ بنادیا، لوگ تو بہت دنوں کے

۸؎ سبل الھدیٰ والرشاد ۲۶۴/۱۱، الباب الثامن فی فضائل الامیر مطبوعۃ: قاھرۃ

بعد اس مقام پر پہنچتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے سلطان ابراہیم ابن ادھم! تو نے میری محبت میں سلطنت چھوڑی ہے جبکہ لوگ سلطنت کے لیے جانیں دیتے اور لیتے ہیں، قتل کرتے ہیں، قتل کراتے ہیں مگر تو نے اپنی خوشی سے میری محبت میں اپنی سلطنتِ بلخ کو خیر باد کہاہے، پھر تو نے میری محبت میں یہ سمجھ کر اس بندہ کا منہ دھویا کہ یہ میرے اللہ کا بندہ ہے، اَنْتَ غَسَلْتَ وَجْهَهٗ لِاَجْلِیْ فَغَسَلْتُ قَلْبَهٗ لِاَجْلِكَ تو نے شرابی کا چہرہ دھویا میری خاطر، میں نے اس کا دل دھویا تیری خاطر۔

تو معلوم ہوا اللہ تعالیٰ اللہ والوں کی خاطر بھی کرتا ہے، جو ساری زندگی ان پر قربان کرتا ہے اس کی خاطر سے دیکھو کیسے منٹوں میں کام بن گیا۔ لیکن ایسا عقیدہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ بس پیر صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے تو چاہے روزہ رکھو نہ رکھو، نماز پڑھو نہ پڑھو، بس جنت کے ٹھیکیدار بن گئے، یہ بالکل خلافِ سنت عقیدہ ہے، جب نبی نے کسی کی جنت کا ٹھیکہ نہیں لیا تو ولی کیا لے سکتا ہے اور ولی کا غلام کیا لے سکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اِعْمَلِیْ، اے فاطمہ عمل کر۔ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ[۹] ورنہ تیرا ابا بھی تجھے جہنم سے نہیں بچا سکتا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے لیے یہ حکم ہے تو آج کل کے پیر جنت کی ٹھیکیداری کیسے لے سکتے ہیں؟

ایک پیر تھا، وہ سو روپے لے کر جنت کی کوٹھڑی الاٹ کیا کرتا تھا اور کاغذ لکھ کر دیتا تھا۔ ایک آدمی نے اسے سو روپے دے کر اپنے لیے جنت میں ایک کمرہ الاٹ کرا دیا تو اس کی بیوی نے اس کو جھاڑو سے دوڑایا اور کہا کہ میں تمہیں رات دن روٹی پکا کر دیتی ہوں، تم نے اپنے لیے تو جنت کی کوٹھڑی الاٹ کرالی، میرے لیے بھی الاٹ کرواؤ۔ اس نے کہا کہ پیسہ نہیں ہے۔ بیوی نے کہا کہ میرا یہ زیور پیر کو دے دو۔ پیر نے زیور لے کر رکھ لیا اور ایک کاغذ کی پرچی بنا کر دے دی۔

---

۹ سنن الترمذی، ۵/۳۳۸ رقم (۳۱۸۵) باب ومن سورۃ الشعراء

تو جنت کی کوٹھی الاٹ کرانے والوں سے ہوشیار رہو، یہ ایمان کے ڈاکو ہیں۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ اگر خدا نے قیامت کے دن مجھ سے پوچھا کہ اے عبد الغنی! میں نے تجھ کو حکیم الامت تھانوی جیسا پیر دیا تھا تُو نے اس کا کیا شکر ادا کیا؟ حضرت یہ کہہ کر رونے لگتے تھے کہ میں اللہ سے کہوں گا اے خدا! تو نے ہمیں سچا پیر عطا کیا تھا لیکن مجھ سے ان کا حق ادا نہیں ہو سکا۔ جس شخص کو سنت و شریعت کا پابند شیخ مل جائے اس سے بڑھ کر کوئی خوش قسمت نہیں۔ آج کل لوگ جعلی پیروں کے چکر میں رہتے ہیں جو تمہاری جیب بھی صاف کرتے ہیں، ایمان بھی صاف کرتے ہیں، نذرانے بھی لیتے ہیں، ایمان بھی لیتے ہیں۔ اس لیے دوستو! اللہ کا شکر ادا کرو کہ ہمارے اکابر کا سلسلہ شریعت و سنت کا پابند ہے، کوئی کام اگر سنت و شریعت کے خلاف دیکھو تو ہر مسلمان کو حق ہے کہ وہ ہم سے اس کی دلیل پوچھے۔ لہٰذا پیر سے یہ پوچھو کہ اللہ کیسے ملتا ہے؟ ان کے سامنے صرف دنیا کی ضرورتیں مت پیش کرو، ان سے دنیا کے لیے دعا کرانا جائز تو ہے، آپ کسی پریشانی میں مبتلا ہیں تو ان سے دعا کی درخواست کریں لیکن صرف دنیا ہی کو مقصد نہ بنائیں، پیر سے پوچھیں کہ اللہ کیسے ملے گا؟ اللہ والے کیسے بنا کرتے ہیں؟ وہ تمہیں اللہ کا راستہ بتائے گا۔

میں بھی چاہتا ہوں کہ مجھے اللہ یاد رہے اور انہیں کو لے کر میں زمین کے نیچے اُتروں یعنی جب میرا جنازہ نکلے تو خدا میرے ساتھ ہو اور آپ کے ساتھ بھی ہو۔ ایسا تھوڑی ہے کہ میں تنہا حلوہ کھاتا ہوں، میں اپنے ساتھ آپ سب لوگوں کے لیے بھی دعا کرتا ہوں۔

سنت کے مطابق مصافحہ کرنے کا طریقہ

ایک بات اور بتاتا ہوں کہ مصافحہ کے وقت کشمیر کے علاقوں میں ایک خاص رسم ہے کہ سلام کرتے وقت کندھوں کو جھکا دیتے ہیں اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگ ہماری پیٹھ پر شفقت کا ہاتھ رکھ دیں لیکن دوستو! ہماری برادری کی رسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے زیادہ قیمتی نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ رسمیں ہمارے باپ دادا نے بنائی ہیں اور سنت ہمارے نبی نے دی ہے، وہ ساری مخلوق کے سردار ہیں، سیّد الموجودات بھی ہیں

اور سیّد الانبیاء بھی ہیں۔ لہٰذا میں آپ کو آج نبی کے طریقہ پر مصافحہ کرنا سکھانا چاہتا ہوں۔ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب میں آپ سے مصافحہ کیا کروں تو کیا مجھے اجازت ہے کہ میں جھک جاؤں۔ آپ نے فرمایا لَا لَا یعنی ہرگز نہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصافحہ کا جو طریقہ سکھایا ہے اس کے خلاف کرنے میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اس لیے کسی سے مصافحہ کرتے وقت اس کے سامنے جھکا نہ جائے کیونکہ مؤمن خدا کے سوا کسی کے آگے نہیں جھکتا۔

بس اب دعا کرلیں کہ یااللہ جو کچھ کہا سنا گیا اسے قبول فرمالیں، سنت کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائیں، دونوں جہاں کی نعمتیں عطا فرمادیں، اللہ والی حیات بھی دے دیں اور عافیتِ دارین بھی عطا فرمائیں، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

اس وعظ سے کامل نفع حاصل کرنے کے لیے یہ دستور العمل کیمیا اثر رکھتا ہے

دستور العمل

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

وہ دستور العمل جو دل پر سے پردے اٹھاتا ہے، جس کے چند اجزاء ہیں، ایک تو کتابیں دیکھنا یا سننا۔ دوسرے مسائل دریافت کرتے رہنا۔ تیسرے اہل اللہ کے پاس آنا جانا اور اگر ان کی خدمت میں آمد و رفت نہ ہو سکے تو بجائے ان کی صحبت کے ایسے بزرگوں کی حکایات و ملفوظات ہی کا مطالعہ کرو یا سن لیا کرو اور اگر تھوڑی دیر ذکر اللہ بھی کر لیا کرو تو یہ اصلاح قلب میں بہت ہی معین ہے اور اسی ذکر کے وقت میں سے کچھ وقت محاسبہ کے لئے نکال لو جس میں اپنے نفس سے اس طرح باتیں کرو کہ:

”اے نفس ایک دن دنیا سے جانا ہے۔ موت بھی آنے والی ہے۔ اُس وقت یہ سب مال و دولت یہیں رہ جائے گا۔ بیوی بچے سب تجھے چھوڑ دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اور گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو برداشت کے قابل نہیں ہے۔ اس لئے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لئے کچھ سامان کر۔ عمر بڑی قیمتی دولت ہے۔ اس کو فضول رائیگاں مت برباد کر۔ مرنے کے بعد تو اُس کی تمنا کرے گا کہ کاش میں کچھ نیک عمل کر لوں جس سے مغفرت ہو جائے۔ مگر اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہ ہو گی۔ پس زندگی کو غنیمت سمجھ کر اس وقت اپنی مغفرت کا سامان کر لے۔“

پُرسکون زندگی گزاریں!
اللہ تعالیٰ نے دونوں جہاں میں چین، سکون اور اطمینان صرف اپنے دین میں رکھا ہے۔ آپ بھی سکون اور اطمینان والی زندگی گزار سکتے ہیں۔
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی میں روزانہ مختلف اوقات میں مجالس ہوتی ہیں۔ الحمدللہ! ان مجالس کی برکت سے لاکھوں بھٹکے ہوئے انسان سکون اور اطمینان کی زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ بھی ان بابرکت مجالس میں شرکت کرسکتے ہیں۔
اتوار کو صبح ۱۱ بجے اور پیر کو نمازِ مغرب کے بعد خصوصی مجالس ہوتی ہیں، جن میں خواتین کے لیے پردے کے ساتھ علیٰحدہ جگہ مجلس سننے کا انتظام ہے۔
مجالس کے بارے میں مزید معلومات، نیز اپنے تمام مسائل کے شرعی حل کے لیے ان نمبروں پر رابطہ کیا جاسکتا ہے:
34975758،34975658،34975221

انسان اس دنیا میں اپنے اصلی وطن جنت سے آیا ہے اور ایک دن اسے وہیں لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی محدود زندگی میں انسان کو لامحدود زندگی والی جنت حاصل کرنے کے بے شمار مواقع عطا فرمائے ہیں، ان مواقع کو اسلام کے تابع رہ کر حاصل کیا جاسکتا ہے، لیکن انسان اس دنیا میں آکر یہاں کی چندروزہ فانی رنگینیوں میں ایسے مگن ہوا کہ اپنے اصلی وطن کی تیاری سے بالکل غافل ہوگیا۔ انسان کو اس کے اصلی وطن کی تیاری کی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں بھیجتے رہے جنہوں نے لوگوں کو دنیا کی ضروریات زندگی اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ آخرت کی تیاری کی دعوت دی۔

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس وعظ ''دارِ فانی میں آخرت کی تیاری'' میں اللہ تعالیٰ کے ان احکامات کا تذکرہ کیا گیا ہے جن پر عمل کرکے ہر انسان دنیا کے اس دارِ فانی میں آخرت کی تیاری کرسکتا ہے۔ یہ وعظ ہر مسلمان کے مطالعہ کے لیے اس لحاظ سے بھی ضروری ہے کہ اس میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت آسان اور سادہ انداز میں مختلف مثالوں اور واقعات کے ذریعہ آخرت کی تیاری کی ضرورت اور اہمیت کو اس طرح اُجاگر کیا ہے جس سے انسان کے دل میں اپنے وطنِ آخرت کی تیاری کا جوش وجذبہ پیدا ہوتا ہے اور اسی جذبہ اور لگن کی بدولت انسان راہِ عمل پر گامزن ہوکر آخرت کی تیاری کے لیے مستعد ہوجاتا ہے۔